٢٣ ربیع الآخر ١٤٤٧ھ/17 اکتوبر 2025ء

ظلم دائم رہا نہیں کرتا

مجلس علماء نظامیہ پاکستان (مرکزی دفتر) جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com یا QRcode سکین کریں:
042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ۔[العنکبوت40:29]

جو بُرائی معاشرے میں عام ہو جائے اُس کی ہیبت لوگوں کے دلوں سے ختم ہو جاتی ہے، پھر لوگ اُسے باعثِ شرم نہیں سمجھتے، بلکہ اگر وہ گناہ بہت زیادہ رائج ہو جائے تو نَوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ معاذ اللہ! لوگ اُس کا نام تبدیل کر کے اُسے اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ اِس قسم کے کئی جرائم کی مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ مثلاً:

- فحاشی / بے حیائی قطعی طور پر حرام ہے اور خواتین کا بے حجاب بازاروں میں گھومنا گناہ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے اگر کوئی خاتون بے پردہ ہوتی تو اُس کے متعلقین اُسے بُرا بھلا کہہ کر اِصلاح کرتے... مگر یہ برائی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اب اِسے معیوب سمجھا ہی نہیں جاتا، بلکہ "روشن خیالی" اور "فیشن" وغیرہ کا نام دے کر لوگ اِسے اچھا قرار دینے لگے ہیں، نعوذ باللہ!
- جھوٹ، وعدہ خلافی، دھوکا دہی، بددیانتی اور قومی مفادات پر ذاتی فائدے کو ترجیح دینا... ایسی بُرائیاں ہیں جن کی اسلام میں قطعًا گنجائش نہیں، مگر اب یہ سب کچھ اِس طرح چلتا ہے کہ لوگ اِن میں عار محسوس ہی نہیں کرتے، بلکہ اِن قبائح کو "یوٹرن"، "سیاست" اور "چالاکی" قرار دے کر اِن میں اپنی کامیابی تلاش کرتے ہیں۔

ظلم ایسی چیز ہے جسے نہ صرف اسلام نے سنگین جُرم قرار دیا ہے، بلکہ دُنیا کا ہر مذہب ہی اِسے بُرا قرار دیتا ہے۔ قرآن و سنّت میں اِس پر بے شمار وعیدیں فرمائی گئی ہیں اور بہت مرتبہ ہم اپنی آنکھوں سے دُنیا میں ہی ظالم کو ذلیل و رُسوا ہوتا دیکھ لیتے ہیں، اِس کے باوُجود اب یہ جُرم اتنا عام ہو چکا ہے کہ لوگوں کو ظلم کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔

عالَمی سطح پر نظر دوڑائیں یا ملکی سطح پر، حکومت کی بات ہو یا عوام کی... ہر طرف ظُلم ہی ظلم نظر آتا ہے، بلکہ خود عدلیہ کا شعبہ بھی شفّاف انصاف کو ترس رہا ہے۔ ہمارے دَور میں مظلوم کی حالت یہ ہے کہ شاعر نے کہا:

ہزاروں ظلم ہوں مظلوم پر تو چُپ رہے دُنیا　　　اگر مظلوم کچھ بولے تو دہشت گرد کہتی ہے

یہ بھی حقیقت ہے کہ ظالم شخص مظلوم کا اتنا نقصان نہیں کرتا جتنا اپنی تباہی کا سامان کرتا ہے؛ کیونکہ مظلوم کو اللہ تعالیٰ کی مدد نصیب ہوتی ہے اور اُس کے حق میں ظلم کا انجام بہتر ہی ہوتا ہے، جب کہ ظالم اللہ تعالیٰ کے غضب کا حق دار ٹھہرتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اُس سے بڑا بدنصیب کون ہو گا!

جس طرح ظلم کرنا سنگین جُرم ہے یوں ہی ظالم کی حمایت کرنا یا طاقت کے باوجود ظلم کو روکنے کی کوشش نہ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے؛ کیونکہ حمایتی بھی ظالم کے ساتھ گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔

گزشتہ خطبہ سے ربط قائم کرتے ہوئے آج کا خطبہ "ظُلم دائم رہا نہیں کرتا" کے عنوان سے ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ظُلمِ عظیم... شِرک و کفر

عموماً "ظُلم" سے مراد ہوتا ہے کہ انسان کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچائے، مگر قرآن و سنت میں اِس کا مفہوم وسیع ہے۔ شرعی طور پر انسان کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو وہ ظلم ہے اور نافرمانی کرکے انسان اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

"شِرک" / "کفر" ظلمِ عظیم ہے، یعنی انسان کا اپنے اُوپر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک مان لے یا کسی اور قسم کا کفر کرے؛ کیونکہ اللہ کریم رحمت فرمائے تو باقی تمام گناہوں کی معافی ہو سکتی ہے، مگر کفر ایسا جُرم ہے جس سے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی کفر پر موت ہوئی وہ اُسے کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا۔[النساء4:48]

سیدنا لقمان حکیم سلام اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کی تربیت کرتے ہوئے اُسے کچھ نصیحتیں کی تھیں، ربّ تعالیٰ نے وہ شان دار نصیحتیں قرآنِ حکیم میں ذکر فرمائیں۔ پہلی نصیحت یہ تھی: يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔ "میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ ماننا! بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔"[لقمٰن 31:13]

شرک کا مفہوم: عصرِ حاضر میں بعض لوگ ایسی باتوں کو شرک قرار دیتے ہیں جن کا شرک سے دُور کا بھی تعلق نہیں؛ لہٰذا یہ معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شرک کسے کہتے ہیں؟ اکابر نے لکھا: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوُجود مان لیا جائے یا اُس کے سوا کسی کو عبادت کا حق دار سمجھا جائے۔[1]

آسان الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ:

1) اللہ تعالیٰ خالق ومالک ہے اور اُس کا حق ہے کہ ہم اُس کی عبادت کریں... اُس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی عبادت کے لائق ہے۔ اگر کوئی بدنصیب اُس کے علاوہ کسی کو عبادت کا حق دار سمجھے تو وہ مشرک ہے۔

2) ربِّ کریم کی یہ شان ہے کہ وہ واجب الوُجود ہے، یعنی کسی دوسرے سبب کے بغیر محض اپنی ذات کے تقاضے سے موجود ہے اور اُس کا عَدَم (نہ ہونا) محال ہے... اُس کے علاوہ ہر چیز اُس کے بنانے سے ہے اور ہر چیز کے بارے میں یہ ممکن ہے کہ وہ نہ ہو۔ اگر کوئی احمق اُس کے علاوہ کسی کو واجب الوجود سمجھے تو یہ خالص شرک ہے۔[2]

اُمّتِ مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ اجتماعی طور پر نہ کبھی شرک میں مبتلا ہوئی، نہ آئندہ ہوگی۔ (ملخّص از صحیح بخاری:6426)

---

[1] اَلْإِشْتِرَاكُ هُوَ إِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي الْأُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ أَوْ بِمَعْنَى اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ۔
(شرح العقائد النسفیّة للتفتازانی، مبحث: الأفعال کلّها بخلق الله، ص:203، مکتبة المدینه)

[2] اِس حوالے سے مزید تفصیل کے لیے دیکھیے فتاوٰی رضویہ، ج:29، ص:339۔ بہارِ شریعت، حصہ اوّل، ج:1(الف)، ص:183، عقیدہ:5

ظلم کی ایک بدترین صورت... قتلِ ناحق

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ نے مسلمان کی جان ومال اور عزّت وآبرو کو تحفّظ عطا کیا ہے، ظلم کی ایک بدترین صورت یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دیا جائے۔ مسلمان کا قاتل ربِّ ذوالجلال کی امان کو توڑتا ہے اور اُس کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ اُس کے لیے قرآن وسنّت میں ایسی سخت وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں جنھیں سُن کر رَونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جہنم کی وعید: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا۔ یعنی ”جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کرے تو اُس کی سزا جہنم ہے، وہ عرصۂ دراز تک اُس میں رہے گا اور اللہ اُس پر ناراض ہے اور اللہ نے اُسے اپنی رحمت سے دُور کر دیا اور اُس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“[النساء4:93]

سیدنا ابو سعید سعد خُدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: لَوۡ أَنَّ أَهۡلَ السَّمَاءِ وَالۡأَرۡضِ اشۡتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤۡمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ۔ یعنی ”اگر (بفرضِ محال) زمین وآسمان والے مل کر کسی ایک مسلمان کو ناحق قتل کر دیں تو اللہ تعالیٰ اُن سب کو منہ کے بل جہنم میں گرائے گا۔“ (جامع ترمذی، حدیث:1398، صحیح لغیرہٖ)

آیات واحادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر ایسا کرے وہ کافر ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا... جب کہ قتل کو حرام سمجھ کر یہ جُرم کرنا سخت ترین گناہوں میں سے ہے اور ایسا کرنے والا طویل عرصے تک جہنم میں رہنے کا حق دار ہو گا۔

پوری دُنیا کی تباہی سے سخت تر: سیدنا عبد اللہ بن عَمرو اور سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَزَوَالُ الدُّنۡيَا أَهۡوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنۡ قَتۡلِ رَجُلٍ مُّسۡلِمٍ۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کا ناحق قتل پوری دُنیا کی تباہی سے سخت تر ہے۔“ (جامع ترمذی، حدیث:1395۔ سننِ ابن ماجہ:2619، حدیث حسن اَو صحیح)

مراد یہ کہ:

- دُنیا کو اِسی لیے پیدا کیا گیا ہے کہ انسان اِس میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں، تو مسلمان کو قتل کرنے والے نے دُنیا کے دُولہا کی جان ضائع کر کے گویا ساری دُنیا کو تباہ کرنے سے بڑا جُرم کیا۔[1]
- تمہاری نظر میں دُنیا عظیم ہے اور تم اِس کی تباہی کو بہت بھیانک سمجھتے ہو۔ بارگاہِ الٰہی میں مسلمان کی اتنی تعظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک مسلمان کو ناحق قتل کرنا پوری دُنیا کی تباہی سے کہیں زیادہ سخت ہے۔[2]

---

[1] فَمَنۡ حَاوَلَ قَتۡلَ مَنۡ خُلِقَتِ الدُّنۡيَا لِأَجۡلِهٖ فَقَدۡ حَاوَلَ زَوَالَ الدُّنۡيَا۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث:3462)

[2] ملخص از کفایۃ الحاجۃ فی شرح سنن ابن ماجہ للسندھی، زیرِ حدیث:2619

قاتل کی پیشی کا منظر: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر مظلوم کو انصاف دلوایا جائے گا، خصوصًا قتل کا مقدمہ اِس کیفیت کے ساتھ پیش ہو گا کہ قاتل کی انتہائی ذلّت ورُسوائی ہو گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- يَجِيءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا ۔یعنی ”قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو (احکم الحاکمین کی عدالت میں) لائے گا، حالت یہ ہو گی کہ قاتل کی پیشانی کے بال اور بقیہ سَر مقتول کے ہاتھ میں ہوں گے اور مقتول کی رگوں سے خون جاری ہو گا (بہت اہتمام کے ساتھ مقدّمہ پیش ہو گا اور کامل عدل کیا جائے گا)۔
- يَقُوْلُ: يَارَبِّ! قَتَلَنِيْ هٰذَا حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ ۔”مقتول یوں ہی اپنے قاتل کو عرشِ الٰہی کے پاس لائے گا اور کہے گا: اے اللہ! اِس نے مجھے ناحق قتل کیا تھا۔“(جامع ترمذی، حدیث:3029، حدیث صحیح)

سیدنا جُندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ مقتول کہے گا: سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ؟ اے اللہ! اِس سے پوچھ کہ اِس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ تو قاتل کہے گا: قَتَلْتُهُ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ ۔مَیں نے اِسے فلاں کی حکومت میں قتل کیا تھا (اُس کی مدد یا اُس کے نظام کی کمزوری کی وجہ سے مجھے یہ جرأت ہوئی تھی)۔(سنن نسائی، حدیث:3998۔ مسند احمد:23189، حدیث صحیح)

کسی شاعر نے طاقت کے نشے میں مست ظالم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

رنگ لائے گی جو محشر میں تو اُڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہیے سُرخیِ خونِ قتیلاں کچھ نہیں

قاتل کے خلاف کلمۂ طیّبہ کا دعوٰی: ایک مرتبہ دورانِ جہاد کسی کافر نے کلمہ پڑھ لیا اور ایک مسلمان نے غلط فہمی میں اُسے قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس حوالے سے عرض کی گئی تو آپ ﷺ نے قتل کرنے والے کو ارشاد فرمایا: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟[1] یعنی ”اُس وقت تم اپنا دِفاع کیسے کرو گے جب قیامت کے دن کلمہ طیّبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی طرف سے تیرے خلاف دعوٰی کرے گا (کلمہ کہے گا: اے اللہ! مقتول کو مَیں نے امان دی تھی، اِس شخص نے میری امان کو توڑا ہے)؟“ اُنھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (مجھے غلط فہمی ہوئی تھی) آپ میرے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے! آپ ﷺ نے خونِ مسلم کی حُرمت بتانے کے لیے متعدد بار یہی کلمہ ارشاد فرمایا: اُس وقت تم کیا کرو گے جب قیامت کے دن کلمہ طیبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی طرف سے تیرے خلاف دعوٰی کرے گا۔“(صحیح مسلم، حدیث:97)

---

[1] بِمَاذَا تَحْتَجُّ إِذَا قِيْلَ لَكَ: كَيْفَ قَتَلْتَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، تحت الحديث)
(جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) تُخَاصِمُكَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ الْقَائِلِ لَهَا ۔(الكوكب الوهاج للهرري، تحت الحديث)

ظلم کی ایک صورت... بے جا اذیّت رسانی

دینِ اسلام کی عالی شان تعلیمات کا اندازہ اِس بات سے کیجیے کہ شریعتِ مطہرہ نے جہاں یہ حکم دیا ہے کہ کسی بھی شخص کو بے جا جانی یا مالی نقصان نہ پہنچایا جائے وہاں یہ بھی سکھایا ہے کہ بلاوجہ کسی مسلمان کا دل نہ دُکھایا جائے۔ جس طرح قتلِ ناحق گناہِ کبیـرہ ہے، یوں ہی کسی کو بلاوجہ ستانا اور اذیّت دینا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے۔

اذیت رسانی کا گناہ: اُمّ المؤمنین، حبیبۃ الرسول سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خاتم الانبیا ﷺ سے روایت کیا: فَإِنَّ أَزْنَى الزِّنَا عِنْدَ اللهِ اسْتِحْلَالُ عِرْضِ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ۔ یعنی ”بارگاہِ الٰہی میں سخت ترین بدکاری یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت کو پامال کیا جائے۔“

پھر سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ [الاحزاب 58:33] یعنی ”جو لوگ مسلمان مَردوں اور عورتوں کو اُن کی کسی خطا کے بغیر ستاتے / تکلیف دیتے ہیں اُنھوں نے بہتان اور کُھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر لیا۔“ (مسند ابویعلیٰ:4689۔ شعب الایمان:6285،إسنادہ صحیح أو حسن)

اذیّت رسانی کا انجام: دین سے دُوری کے نتیجے میں ہمارا حال یہ ہے کہ بہت سارے لوگ بطورِ تفریح دوسروں کو اذیّت دیتے ہیں۔ یعنی وہ دوسروں کا دل دکھانے کو بڑا گناہ سمجھنے کے بجائے کھیل کود سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو پریشان کرکے لُطف اُٹھاتے ہیں۔

ہمیں اِس حقیقت کا اِحساس واِدراک کرنا چاہیے کہ دوسروں کو تکلیف دینے والا حقیقت میں اپنی اذیّت کا سامان کرتا ہے۔

سیدنا ابوصِرمہ مالک اَنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام الانبیا صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی روایت کیا: مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللهُ بِهٖ وَمَنْ شَاقَّ [1] شَقَّ اللهُ عَلَيْهِ۔ یعنی ”جو بے جا (مالی یا بدنی، دُنیاوی یا اُخروی) نقصان پہنچائے اللہ تعالیٰ اُسے (بطورِ سزا) نقصان میں مبتلا فرمائے گا اور جو ناحق اذیّت دے / مخالفت کرے اللہ تعالیٰ اُسے اِس کی سزا دے گا۔“

(جامع ترمذی، حدیث:1940۔ سنن ابوداوٗد، حدیث:3635)

ویسے تو ربّ تعالیٰ کی رِضا کے لیے دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنا چاہیے... لیکن اگر کوئی شخص مفاد پرست ہو اور ہر کام میں اپنا نفع ہی ڈھونڈتا ہو تو اُس کا اپنا فائدہ بھی اِسی میں ہے کہ دوسروں کو اذیّت نہ دے؛ کیونکہ دوسروں کو تکلیف نہ دینا بھی ایک طرح کا صدقہ ہے اور دوسروں کو بے جا دُکھ دینے پر دُنیا و آخرت میں سزا کی وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

---

[1] وَالْمَشَقَّةُ: إِيْصَالُ أَذِيَّةٍ إِلٰى بَدَنِهٖ بِتَكْلِيْفِهٖ عَمَلًا شَاقًّا... أَوْ مِنَ الشِّقَاقِ بِمَعْنَى النِّزَاعِ۔ (لمعات التنقیح)

دُنیا میں ظالم کی رُسوائی

ربِّ کریم نے قرآنِ عزیز میں ظالموں کو ذلّت ورُسوائی کی وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرامین ضرور سچے ہیں اور ظالم دونوں جہان میں سخت سزا کا حق دار ہے۔

بعض بدنصیبوں کا آخرت پر یقین پختہ نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ آخرت کس نے دیکھی ہے! چنانچہ ربِّ کریم بسا اوقات دُنیا میں بھی ظالم کو نشانِ عبرت بناتا ہے؛ تاکہ دُنیا پرست اُسے دیکھ کر ظلم سے باز آجائیں۔

ظالم کی دُنیا میں ذلّت کا نظّارہ کوفہ کے گورنرہاؤس نے بھی کیا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرکے آپ کا سرِ انور عبید اللہ بن زیاد کے پاس گورنر ہاؤس میں لایا گیا۔ پھر یہیں پر ابنِ زیاد کا سر مُختار ثَقَفی کذّاب کے سامنے رکھا گیا، پھر اِسی جگہ مُختار کا سر حضرت مُصعَب بن سیدنا زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا اور یہ سب کچھ سات سال سے بھی کم وقت میں ہوا۔

ظالم کی سزا فقط اُس تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ کئی مرتبہ دوسروں کی عبرت کے لیے اُس کی نَسل کو بھی گرفت میں لیا جاتا ہے۔ 403ھ اہلِ کوفہ کے لیے بہت مشکل سال تھا، اِس سال کوفہ میں چیچک (Smallpox) کی وبا پھیلی، جس میں 1500 افراد اندھے ہوگئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ سارے اُن لوگوں کی نسل میں سے تھے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کسی طرح سے شریک ہوئے۔ (مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِي الْمُسْتَغِيْثِيْنَ بِخَيْرِ الْأَنَامِ فِي الْيَقَظَةِ والْمَنَامِ،[1] باب فیمن استغاث من شدّة العطش، ص:73، دار الکتب العلمیة)

بنی اسرائیل کا ایک شخص مچھلیوں کو شکار کرکے اپنے گھر کا نظام چلاتا تھا۔ ایک روز اُسے بہت بڑی مچھلی ملی، مگر راستے میں فرعونی پولیس کے ایک افسر نے تشدّد کرکے وہ مچھلی چھین لی۔ مظلوم نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی: إِلٰهِي! خَلَقْتَنِيْ مِسْكِيْنًا ضَعِيْفًا وَخَلَقْتَهٗ قَوِيًّا عَنِيْفًا، اَللّٰهُمَّ فَخُذْ بِحَقِّيْ مِنْهُ فِي الدُّنْيَا؛ فَإِنِّيْ لَا أَصْبِرُ إِلَى الْآخِرَةِ۔ اِلٰہی! تُونے اپنی حکمت کے مطابق مجھے مسکین اور کمزور بنایا ہے، جب کہ اِسے طاقت وَر اور سخت دل بنایا ہے۔ اے اللہ! اِس سے دُنیا میں ہی بدلہ لے! مَیں آخرت تک صبر نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اُس افسر کو اُسی مچھلی کے ذریعے سزا ملی اور مچھلی نے اللہ کے حکم سے اُس کا ہاتھ زخمی کردیا۔ طبیب نے کہا: اُنگلی کاٹنا پڑے گی؛ تاکہ زہر باقی جسم میں نہ پھیلے؛ لٰہذا اُنگلی کاٹ دی گئی، مگر زہر پھیل گیا، پھر ہاتھ کاٹا گیا، پھر بازو کاٹا گیا، حتّٰی کہ تکلیف کندھے تک پہنچ گئی۔ اب اُس افسر نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی۔ جب آنکھ لگی تو خواب میں کسی نے کہا: يَا مِسْكِيْنُ! إِلٰى كَمْ تَقْطَعُ يَدَكَ؟ اِمْضِ إِلٰى خَصْمِكَ وَأَرْضِهٖ۔ اے مسکین! کب تک اپنے اعضا کٹواتا رہے گا، جا! جس پر ظلم کیا تھا اُسے راضی کر! چنانچہ اُس نے مظلوم سے جاکر معافی مانگی اور سچّی توبہ کی تو فوراً اُس کی تکلیف دُور ہوگئی۔ (التبر المسبوك فی نصیحة الملوك للغزالی، ص:47، 48۔ المستطرف، ص:118)

---

[1] شرفِ ملّت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ) نے "پکارو یارسول اللہ!" کے نام سے اِس کا ترجمہ فرمایا ہے۔

ظالم کی تائید سے اجتناب

دینِ متین سکھاتا ہے کہ جب کوئی ظلم کرے تو تین میں سے ایک کام ضرور کرو:

1) اگر تمہارے پاس ظلم کو روکنے کی طاقت ہے تو طاقت سے ظلم کا خاتمہ کرو! یہ بنیادی طور پر اربابِ اقتدار کی ذمہ داری ہے۔

2) طاقت نہیں ہے، مگر ظلم کے خلاف آواز اُٹھا سکتے ہو تو آواز اُٹھاؤ! یہ حسبِ حیثیت علما اور میڈیا کے متعلقین کا منصب ہے۔

3) ظلم کے خلاف بول بھی نہیں سکتے تو کم از کم اُسے دل سے بُرا جانو! یہ ایمان کا سب سے آخری درجہ ہے۔ یعنی جو شخص ظالم کی تائید کرے یا ظلم کو دل سے بُرا نہ جانے، بلکہ اُس پر خوش یا مطمئن ہو اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ (1)

خواجہ حسن کی نصیحت: اُموی خلیفہ یزید بن عبد الملک نے عُمر بن ہُبیرہ فَزاری (م:107ھ/725ء) کو عراق کا گورنر مقرّر کیا۔ کسی موقع پر عمر نے مولَی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تربیت یافتہ و خلیفہ خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ سے کہا: بعض اوقات اُوپر سے ایسا آرڈر آجاتا ہے کہ جو درست نہیں ہوتا، اُس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اپنے دین و ایمان کی تباہی کا خدشہ ہوتا ہے، ایسی صورتِ حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا:

- يَا ابْنَ هُبَيْرَةَ! إِنَّ اللهَ يَمْنَعُكَ مِنْ يَزِيْدَ وَإِنَّ يَزِيْدَ لَا يَمْنَعُكَ مِنَ اللهِ۔ ابنِ ہُبیرہ! یقیناً طور پر اللہ تعالیٰ تجھے یزید کے شر سے بچا سکتا ہے، مگر یزید تجھے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا۔
- يَا ابْنَ هُبَيْرَةَ! خَفِ اللهَ فِيْ يَزِيْدَ وَلَا تَخَفْ يَزِيْدَ فِي اللهِ۔ ابنِ ہُبیرہ! یزید کے آرڈر سے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا (کہ کہیں اُس کی نافرمانی نہ ہو جائے)، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کے لیے یزید کی پرواہ نہ کرنا!
- ابنِ ہُبیرہ! اللہ تعالیٰ چاہے تو یزید کی جگہ کسی اور کو کرسیِ اقتدار پر بٹھا دے، ثُمَّ يُخْرِجُكَ مِنْ سَعَةِ قَصْرِكَ إِلٰى ضِيْقِ قَبْرِكَ، ثُمَّ لَا يُنْجِيْكَ إِلَّا عَمَلُكَ۔ پھر نیا حاکم تجھے گورنر ہاؤس کی وُسعتوں سے نکال کر تنگ قبر میں پہنچا دے، پھر قبر میں یزید تیرے کام نہیں آئے گا، وہاں اچھے اعمال ہی نجات کا وسیلہ بنیں گے۔
- يَا ابْنَ هُبَيْرَةَ! إِنَّهُ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ ابنِ ہُبیرہ! مخلوق کی جو بات ماننے سے خالق کی نافرمانی ہوتی ہو اُس بات میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوتی، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (عیون الاخبار للدینوری، ج:2، ص:371۔ وفیّات الأعیان، ج:2، ص:71)
- ابنِ ہُبیرہ! تیرے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی ہے اور یزید کی تحریر بھی، اگر یزید کا آرڈر کتاب اللہ کے مطابق ہو تو اُس پر عمل کرو اور کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اُسے ردّ کر دو! فَإِنَّ اللهَ أَوْلٰى بِكَ مِنْ يَزِيْدَ وَكِتَابُ اللهِ أَوْلٰى بِكَ مِنْ كِتَابِهِ۔ اللہ تعالیٰ کا حق یزید کے حق سے بہت زیادہ ہے اور کتاب اللہ کی پیروی یزید کے حکم پر عمل سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ (العقد الفرید، ج:1، ص:55، 56)

---

[1] فی روایة سیّدنا أبی هریرة مرفوعًا: وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ (صحیح المسلم: 50)

حرفِ آخر: مالک کی حکمت اور ظالم کی شامت

ظلم وستم ایسا سنگین جُرم ہے جس کی ہر دین نے مذمّت کی ہے اور ربِّ ذوالجلال جلّ مجدہٗ ظلم کرنے والے پر بہت سخت ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی آیاتِ طیّبات میں اور سرورِ عالَم ﷺ نے فرامینِ مقدسّہ میں ظلم کرنے والے کو ایسی وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اُنھیں سُن کر انسان کے رَونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ظالم کو سزا ضرور ملتی ہے، مگر یہ ضروری نہیں کہ فوری مل جائے؛ کیونکہ ربِّ کریم کا ایک عالی شان وصف "حِلم" بھی ہے۔ وہ مہلت دیتا ہے، سنورنے کا موقع عطا فرماتا ہے، لیکن اگر ظالم باز نہ آئے تو وہ جبار وقہار جل مجدہٗ کی سخت گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنے والوں نے ظلم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر جب قدرت نے ظلم کی سزا دی تو دُنیا میں بھی ذلیل ورُسوا ہوئے اور قیامت میں بھی سخت سزا کے حق دار ہوں گے۔

مولانا روم علیہ الرحمہ نے ایک حدیثِ پاک کا خلاصہ اپنے خوب صورت شعر میں یوں بیان کیا:

تُو مَشو مَغرُوْر بَر حِلْمِ خُدا
دیر گِیْرَدْ سخت گیرد مَرْ تُرا

(اے ظلم کرنے والے! اگر اللہ تعالیٰ حلم فرماتے ہوئے تجھے جلد سزا نہیں دیتا تو تُو دھوکے میں مبتلا نہ ہو اور یہ نہ سمجھ کہ تُو اُس کے قابو میں نہیں... وہ جب اپنی حکمت کے مطابق وقتِ مناسب پر تیری گرفت کرے گا تو اُس کی پکڑ بہت سخت ہو گی)

ظالم درحقیقت اپنے اُوپر ظلم کرتا ہے۔ ربِّ کریم نے قرآنِ حکیم میں ظالموں پر آنے والے مختلف عذابوں کا تذکرہ کر کے ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ "اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اُن پر ظلم کرتا، ہاں وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔" [العنکبوت 40:29]

ظلم کے خاتمہ اور عدل کے فروغ کے لیے آج کے خطبے میں ظلم کی چند صورتوں اور ظالم کے انجام سے متعلق گفتگو ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے:

1) کفر، خصوصًا شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ماننے والا اور اسلامی عقائد کا انکار کرنے والا اپنے اُوپر سب سے زیادہ ظلم کرتا ہے؛ کیونکہ جس شخص کی کفر وشرک پر موت ہوئی اُسے ہرگز معافی نہیں ملے گی۔

2) کسی کو ناحق قتل کرنا بھی ظلم کی ایک بدترین صورت ہے۔ قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو سر کے بالوں سے پکڑ کر احکم الحاکمین کی عدالت میں حاضر کرے گا اور کہے گا: اِلٰہی! اِس سے پوچھ کہ اِس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ پھر ظاہر ہے کہ مقتول کو بارگاہِ اِلٰہی سے پورا پورا انصاف عطا کیا جائے گا۔

3) کسی مسلمان کو بے جا اذیّت دینا اور بلاوجہ اُس کا دل دُکھانا بھی گناہِ کبیرہ اور ایک قسم کا ظلم ہے۔

4) جس طرح ظالم اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنتا ہے، یوں ہی ظالم کی حمایت کرنے والا، بلکہ طاقت کے باوُجود ظلم کو روکنے کی کوشش نہ کرنے والا بھی ربِّ ذوالجلال کی ناراضی کا مستحق ہوتا ہے۔

ظلم کہیں بھی ہو وہ قابلِ مذمت ہے، خواہ غزہ میں ہو یا کشمیر میں... عراق میں ہو یا لبنان میں... عالمی سطح پر ہو یا قومی سطح پر... حکومتی ذمہ داران کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے۔ ہمیں چاہیے کہ نہ ظلم کریں اور نہ ہی کسی بھی طرح سے ظالم کی حمایت کریں۔

موجودہ حالات پر ہم بہت غمگین ہیں، مگر اُمّید باقی ہے۔ کسی شاعر نے کہا تھا:

عہدِ انصاف آ رہا ہے قریب
ظلم دائم رہا نہیں کرتا

شرعی مسئلہ: شرعی اُصول ہے کہ تجارت کرتے ہوئے مبیع (جو چیز فروخت کی جارہی ہے وہ) بیچنے والے کی ملکیت میں ہونی چاہیے اور منقولی مبیع (ایسی چیز جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے) پر بیچنے والے کا قبضہ بھی ضروری ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی چیز بیچے جس کا وہ مالک ہی نہیں یا وہ منقولی چیز اُس کے قبضے میں ہی نہیں تو یہ بیع درست نہیں ہو گی۔

مثلاً کسی شخص کے پاس گاہک آتا ہے اور وہ ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے جو دکاندار کے پاس موجود نہیں تو دکاندار وہ چیز حاصل کرنے سے پہلے نہیں بیچ سکتا، تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ وعدہ کرکے ایڈوانس رقم وصول کرلے اور خرید و فروخت مبیع دستیاب ہونے کے بعد کرے۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے! اور ہمیں ظلم کرنے اور ظالموں کا ساتھ دینے سے ہمیشہ محفوظ رکھے!

قادرِ مطلق اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!

---

[1] یاد رہے کہ بیعِ سلم میں فروخت کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے۔ اِس حوالے سے تفصیل کے لیے بہارِ شریعت کا بارہواں حصہ ملاحظہ کریں۔